کلیاتِ اقبال، مرتبہ: مولوی عبدالرزاق، حیدر آباد دکن
حقائق اور واقعات کے آئینے میں

ڈاکٹر محمد رمضان

علامہ اقبال کا پہلا اُردو مجموعۂ کلام ابھی منظرِ عام پر نہیں آیا تھا کہ ۱۹۲۴ء میں حیدر آباد دکن سے مولوی عبدالرزاق (اسسٹنٹ اکاؤنٹنٹ جنرل، سلطنتِ آصفیہ) نے مختلف اخبارات و رسائل سے اقبال کا کلام جمع کر کے اُن کی اجازت کے بغیر ایک مجموعہ کلیات اقبال کے نام سے شایع کر دیا۔ اپنے دلچسپ پس منظر، دیباچے اور نظموں کی ترتیب اور تعداد کے لحاظ سے یہ کلیات بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

مولوی عبدالرزاق راشد ۱۳۰۶ھ بمطابق ۱۸۹۷ء میں حیدر آباد (دکن) میں پیدا ہوئے۔ ۹ سال کی عمر میں مڈل کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ انھیں ابتدائی تعلیم کے زمانے سے ہی زبانوں کے علم سے خاص لگاؤ تھا۔ اسی شوق کی وجہ سے انھوں نے عربی، فارسی اور انگریزی میں قابلیت حاصل کی۔ مقامی زبانوں میں تلنگی اور مرہٹی پر عبور حاصل تھا۔ ''نظام کالج'' سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد ''مدرسۃ العلوم'' علی گڑھ میں داخلہ لیا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد ۱۹۱۷ء میں حیدر آباد سول سروس سے منسلک ہوئے اور اس کا امتحان (۱۹۱۸ء) امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ محکمانہ تربیت ''ناگ پور'' سے حاصل کرنے کے بعد ۱۹۱۹ء سے ریاست حیدر آباد (دکن) میں مددگار صدرِ محاسب (اسسٹنٹ ڈائریکٹر فنانس) کی ملازمت کا آغاز کیا اور ترقی کرتے ہوئے ڈپٹی ڈائریکٹر فنانس کے عہدے تک پہنچے۔ بعد ازاں وہ ترقی کے مدارج طے کرتے ہوئے ''صدرِ محاسب'' (اکاؤنٹنٹ جنرل) کے عہدے پر مامور ہوئے۔ عبدالرزاق راشد اپنی اعلیٰ منصبی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے نبھانے کے ساتھ ساتھ عمدہ ادبی ذوق بھی رکھتے تھے۔ انھیں اقبال سے خاص لگاؤ تھا۔ اقبال کے علاوہ غالب اور اکبر الٰہ آبادی سے بھی شغف تھا۔ انھیں حیدر آباد (دکن) میں نظم طباطبائی (۱۹۳۳ء۔ ۱۸۵۲ء) سے خاصا قرب رہا۔

اقبال کے حیدر آباد (دکن) کے سفر کے دوران نظم طباطبائی سے ملاقات عبدالرزاق راشد کے توسل سے ہوئی تھی۔ وہ ایک منکسر المزاج شخص تھے۔ شہرت سے بے نیاز تھے۔[1]

مولوی عبدالرزاق کو شعر و ادب سے گہری دلچسپی تھی۔ اقبال کی شاعری نے اُن کے فکر و خیال پر گہرا اثر ڈالا جس کے نتیجے میں انھوں نے فیصلہ کیا کہ وہ رسائل، اخبارات اور یاد داشتوں سے اقبال کی نظمیں اپنی بیاض میں محفوظ کر لیں۔ جب اقبال کا بہت سا کلام اُن کی بیاض میں جمع ہو گیا تو لوگ اس کو مانگ کر لے جانے لگے۔ مولوی عبدالرزاق نے دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی خاطر اس پر کبھی اعتراض نہیں کیا۔ کچھ عرصہ بعد اُن کی بیاض گم ہو گئی۔ انھوں نے دوبارہ اقبال کی نظموں کو جمع کرنا شروع کیا، تھوڑی مدت بعد تقریباً ڈیڑھ سو سے زائد نظمیں جمع ہو گئیں۔ جمع شدہ نظموں اور غزلوں کو انھوں نے ایک مجموعے کی صورت میں طبع کرا دیا تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ استفادہ کر سکیں۔ مولوی عبدالرزاق کو یہ اندیشہ بھی تھا کہ یہ بے مثال کلام کہیں ضائع نہ ہو جائے۔ اُس زمانے میں کلامِ اقبال جس ذوق و شوق سے پڑھا جاتا تھا اُس کا اظہار مرتب نے اِن الفاظ میں کیا ہے:

> لوگوں کو عام طور پر شاید یہ بات معلوم نہ ہو کہ ہندوستان کے ہر خطے میں چند اصحاب ایسے موجود ہیں جو یا تو حافظ اقبال ہیں یا نہایت شوق سے اقبال کا کلام جمع کرتے ہیں۔ میں بھی مدت سے ایک بیاض میں اُن کی نظمیں جمع کر رہا تھا، اس بیاض کو لوگ مانگ کر لے جاتے تھے اور اُن کو فائدہ پہنچانے کی خاطر میں اس کے مستعار دینے میں کبھی تامل نہ کرتا تھا لیکن یہ اتفاق سے گم ہو گئی۔ عجب نہیں جو کسی نے در کعبہ بدزد اگر بیابی پر عمل کیا ہو، اس میں تقریباً دو سو نظموں کے علاوہ جن میں غزلیں بھی شامل تھیں بہت سا بکار آمد مواد تھا۔ مثلاً:
>
> ۱) کون سی نظم کس سن میں لکھی گئی کب کس موقع پر اور کہاں پڑھی گئی۔
>
> ۲) کون سی نظم ہندوستان سے گزر کر دنیا کے کس کس ملک میں پہنچی۔ وہاں اس کا ترجمہ کس زبان میں اور کس رسالے یا اخبار میں شایع ہوا اور اس پر کس نے تنقید کی۔[2]

مولوی عبدالرزاق کے مطابق مداحانِ اقبال کی بڑی تمنا تھی کہ یہ نظمیں ایک مجموعہ کی شکل میں چھپ جائیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ:

> مولانا عمادی، مولوی نصیر احمد، ایم۔ اے پروفیسر عثمانیہ یونی ورسٹی اور بہت سے دوستوں کی خواہش اور اصرار پر میرے قیامِ والٹیر کے تاثرات اور چند ایسے اسباب جن کی تفصیل یہاں غیر ضروری ہے خصوصیت کے ساتھ اس مجموعے کی طباعت کے محرک تھے۔ چنانچہ اس کے لیے میں نے مقدمہ لکھنے کا قصد کر تو لیا مگر اس خیال سے ہمت نہیں ہوتی تھی کہ اقبال پر اُس شخص کو قلم اُٹھانا چاہیے جو اُس کی مانند

بڑا شاعر اور مشرق و مغرب کے قدیم و جدید فلسفہ سے یکساں واقفیت رکھتا ہو۔ اُن پر لکھنا ہر کسی کا کام نہیں۔ الحمدللہ کلیات اقبال زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکا ہے۔ اس سے پہلے اتنا بھی کوئی اور مجموعہ نہیں نکلا لوگ متعجب تھے کہ آخر اقبال کا کلام یک جا کیوں نہیں چھپا۔ غالباً اس کا سبب اقبال کی وہ بے حد حیا ہے جس نے اُن کو اپنی نظموں کی اشاعت کی اجازت دینے سے باز رکھا۔ یہ کلیات اُن کے اُس مجموعہ کا پیش خیمہ ہو گا جو ایک نہ ایک روز خود اُن کے اہتمام سے چھپے گا۔[۳]

اس اقتباس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مولوی عبدالرزاق نے کسی لالچ کے بغیر کلامِ اقبال کو جمع کیا اور اس کی اشاعت کے سلسلہ میں محنت، جانفشانی کے ساتھ ساتھ ایک خطیر رقم بھی خرچ کی۔ یہ کلیات دو سو چھبیس (۲۲۶) صفحات پر مشتمل ہے جس میں ایک سو چھتیس (۱۳۶) صفحات کا الگ سے ایک تحقیقی و تنقیدی دیباچہ بھی شامل ہے۔

کلیات کا پہلا باب دیباچہ ہے جو تین ذیلی ابواب پر مشتمل ہے۔ مرتب نے دیباچے میں اقبال کے حالاتِ زندگی، اُن کی شاعری اور تصانیف پر بحث کی ہے۔ دیباچے کے ذیلی عنوانات مندرجہ ذیل ہیں:

الف) اقبال کے مختصر حالاتِ زندگی

ب) اقبال کی شاعری

ج) اقبال کی تصنیفات

دوسرا باب "مے دو آتشہ" کے عنوان سے ہے۔ اس حصے میں اقبال کی چھبیس (۲۶) غزلیات شامل ہیں جن کے اشعار کی کل تعداد تین سو پانچ (۳۰۵) ہے۔

تیسرا باب "نکات" کے عنوان سے ہے۔ اس حصے میں اقبال کا ظریفانہ کلام شامل ہے۔ یہ چھتیس (۳۶) قطعات ہیں جن کے اشعار کی تعداد ایک سو نو (۱۰۹) جب کہ متفرقات کے عنوان سے آٹھ قطعات بھی شامل ہیں جن کے اشعار کی تعداد اُنیس (۱۹) ہے۔

چوتھا باب "نقشِ قدرت" کے عنوان سے ہے۔ اس حصے میں اقبال کی وہ نظمیں شامل ہیں جن میں مناظر قدرت کی تصویر کشی کی گئی ہے۔

پانچواں باب "فانوسِ حیات" کے عنوان سے ہے۔ اس حصے میں ایسی نظموں کو شامل کیا گیا ہے جن کا تعلق افکارِ اسلامی سے ہے۔ اس طرح نظموں کے اس حصے میں ننانوے (۹۹) نظمیں شامل ہیں۔ ان نظموں کے اشعار کی تعداد تقریباً دو ہزار ایک سو اڑتالیس (۲۱۴۸) ہے۔ اس طرح مذکورہ کلیات اقبال میں تقریباً کل دو ہزار پانچ سو اکیاسی (۲۵۸۱) اشعار شامل ہیں۔ دیباچہ تحریر کرتے وقت مرتب نے وضاحت کے لیے چند نظمیں جن میں "نالۂ فراق"، "التجائے مسافر"، "ہمدردی"، "ایک مکڑا اور

مکھی"، "ایک گائے اور بکری" اور "ایثارِ صدیق" دیباچے میں شامل کی ہیں۔ ان نظموں کو دوبارہ کسی حصے میں شامل نہیں کیا گیا ہے۔

کتاب کے آغاز میں علامہ عبداللہ العمادی نے تمہید کے طور پر پانچ صفحات بہ عنوان "تقریظ" لکھے ہیں۔ ان کے مضمون کی ابتداء ان جملوں سے ہوتی ہے:

> آج جب کہ ہماری شاعری گرفت وگیر کی نزاکت میں عیارانہ مشاقی پیدا کرنے کے لیے "اس طرح کہ گھنگھرو کوئی چھاگل کا نہ بولے" پر زور دیتی رہی ہے اور "جب چھم سے چلیں گود میں چپکے سے اُٹھا لو" کے فلسفے کی عملی تعلیم دینے پر آمادہ ہے۔ سخن سنجی کو دعویٰ ہے کہ مونھ پر مہر لگادوں کباب کی" اور سخن سنج یہ مستزاد الاپ رہا ہے کہ داڑھی کو دیا اُس کے لگا بزر قطونا اور بجنے لگی گت" اس وقت یہ عرض کرنا شاید بے محل نہ ہو کہ ہماری یہی شاعری ملکی و قومی اغراض کے تابع تھی۔[۴]

مولانا عبداللہ العمادی نے اسی اسلوب میں عربی اور فارسی شاعری اور آخر میں اُردو شاعری کا اجمالی تذکرہ کرتے ہوئے اس کلیات کا مختصر جائزہ پیش کیا ہے۔ اس کلیات کا دیباچہ بہت مفصل ہے جو مرتب نے بڑی تحقیق و جستجو سے تحریر کیا ہے۔ اس کی ضخامت ایک سو چھتیس صفحات ہے۔ اس کی طوالت میں کہیں کہیں مبالغہ آرائی اور اقبال سے والہانہ پن بھی شامل ہے۔ اس کے بعد اقبالیات پر جتنا بھی لکھا گیا اس سلسلہ میں حیاتِ اقبال اور تفہیم اقبال کی جو شان دار عمارت تیار ہوئی یہ اُس کی خشتِ اوّل ہے۔

کلیات اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) کے منظر عام پر آتے ہی اسے بے حد پذیرائی ملی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اُس وقت تک اقبال کے اُردو کلام کا کوئی مجموعہ شایع نہیں ہوا تھا۔ لوگ اس انتظار میں تھے کہ جو بے مثل کلام ایک مدت سے اخبارات و جرائد کی زینت بن رہا ہے اُسے کتابی صورت میں منظر عام پر آنا چاہیے۔ چنانچہ کلیات اقبال کے شایع ہونے کی خوش خبری مہاراجہ کشن پرشاد ۱۸ شوال ۱۳۴۳ھ کے ایک خط میں ان الفاظ میں دیتے ہیں:

> سٹی پیلس پیش کاری، حیدر آباد، دکن
>
> مائی ڈیئر سر اقبال!
>
> مولوی عبدالرزاق صاحب ایچ۔ سی۔ ایس اسسٹنٹ اکاؤنٹنٹ جنرل اس ریاست کے عہدہ داروں میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ انھوں نے آپ کی اُردو نظموں کو یک جا کر کے ان پر ایک دلچسپ مقدمہ لکھا ہے اور یہ مجموعہ خاص کر اہل دکن کے لیے مرتب کیا ہے۔ اس کو چھپے ہوئے آٹھ دس مہینے ہو چکے ہیں۔ دکن کے علمی حلقے میں اس کی اشاعت ضروری سمجھی گئی ہے۔ بانگ درا کے ساتھ اس کے شایع ہونے کی خواہش ہے۔ مولوی صاحب نے مجموعہ چھپوانے سے پہلے اجازت کے لیے آپ کو خط لکھا تھا

لیکن وہ ڈاک میں نہیں ڈالا گیا کہ مولوی صاحب علیل ہو گئے۔ اگر دیکھا جائے تو انھوں نے ایک مفید کام کیا ہے۔ آپ اپنے مُصالح کے خلاف نہ سمجھیں تو کیا عجب ہے کہ ان کی تمنا پوری ہو۔ اجازت دیں۔ کتاب چھپ چکی ہے اور محتاجِ اشاعت ہے۔

فقط

فقیر شاد[۵]

اقبال کو جب اس کلیات کی اطلاع ملی تو انھوں نے اس پر خوشی کا اظہار نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے ابتدائی کلام کو شایع نہیں کرنا چاہتے غالباً کچھ نظمیں اور غزلیں اُن کی نظر میں نظرِ ثانی کی محتاج تھیں۔ اقبال کی مصروفیات اتنی زیادہ تھیں کہ اس کام پر کبھی توجہ دیتے تو کبھی غافل ہو جاتے تھے۔ اخبارات اور رسائل میں شایع ہونے والے کلام میں کتابت کی غلطیاں موجود تھیں۔ بعض نظمیں اور اشعار ایسے تھے جنھیں اقبال حذف کرنا چاہتے تھے۔ احمد دین کی مرتبہ اقبال، مولوی عبدالرزاق کی (مرتبہ) کلیات اقبال اور بانگ درا کے تقابلی مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اقبال نے اپنے بیشتر کلام میں ترامیم کی ہیں۔ بعض نظموں کو خارج کیا گیا، بعض اشعار میں ردوبدل کیا اور بعض مصرعے قلم زد کر دیے اور اُن کی جگہ نئے مفاہیم اور نئے مضامین کو جگہ دی۔ کلیاتِ اقبال (مرتبہ: عبدالرزاق) کے بارے میں خلیفہ عبدالحکیم لکھتے ہیں کہ:

> عرصے سے احباب مصر تھے کہ اپنا مجموعۂ کلام چھپواؤ، لیکن وہ سن کر ڈال دیتے تھے۔ اس بارے میں یہاں تک ٹال مٹول ہوئی کہ حیدر آباد میں ایک صاحب نے اخباروں اور رسالوں سے اُن کی تمام مطبوعہ نظمیں جمع کر کے اُن کی اجازت کے بغیر اور بغیر اُن کو خبر کیے ایک مجموعہ چھپوا کر فروخت کرنا شروع کر دیا جس سے وہ بہت برہم ہوئے۔ کوئی اچھا شاعر اپنے مختلف زمانوں کا کلام جوں کا توں شایع نہیں کرنا چاہتا۔ بعض نظموں کے متعلق وہ چاہتا ہے کہ دنیا انھیں فراموش کر دے، بعض اشعار میں ردوبدل کرتا ہے، کہیں کچھ مٹاتا ہے، کہیں کچھ اضافہ کرتا ہے۔ کچھ نہ پوچھیے کہ ان صاحب نے کیا غضب کیا اور اقبال کو ان پر کس قدر غصہ آیا۔[۶]

اس عرصے میں اقبال اپنے پہلے اُردو مجموعہ بانگ درا کی اشاعت کا اہتمام کر رہے تھے۔ جب اُن کو صورتِ حال معلوم ہوئی تو خیال آیا کہ اس کلیات کی فَروخت ایک محدود علاقے میں متعین کرا دی جائے ورنہ بانگ درا کی فروخت متاثر ہو گی۔ اقبال کو اس بات کا اچھی طرح علم تھا کہ راشد صاحب سر اکبر حیدری کی ماتحتی میں کام کرتے ہیں اس لیے اس سلسلے میں اقبال نے سر اکبر حیدری کو ثالث بنایا اور اس کلیات کی فروخت رکوا دی۔[۷]

اقبال نے بانگ درا کی ترتیب میں اپنے کلام کا کڑا انتخاب کیا۔ کئی نظموں کے ڈھیلے ڈھالے بند اور کئی اشعار منسوخ کر دیے اور کئی ایک میں ترامیم واصلاح کی۔ گیان چند جین کا کہنا ہے کہ:

انھیں حذف کرنے کی واحد وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ بانگِ درا کی تدوین کے وقت وہ شاعر کے ذہن و نظر سے اوجھل تھیں۔[۸]

اس ضمن میں سیّد الواحد معینی لکھتے ہیں کہ:

مدتوں علامہ مرحوم کا یہ دستور رہا کہ جب کوئی نظم لکھتے تو اُسے کسی رسالے میں اشاعت کے لیے بھجوا دیتے یا کسی دوست کو دے دیتے۔ جب علامہ کو اُردو کلام کے پہلے کلیات کے شایع کرنے کا خیال آیا تو جو نظمیں بآسانی دستیاب ہو سکیں یا جو اُن کو یاد تھیں صرف وہی نظمیں اس میں شامل کر دی گئیں۔[۹]

حقیقت یہ ہے کہ اقبال نے بانگ درا میں اُس کلام کو جگہ دی جس میں آفاقیت، پختگی اور حیاتِ انسانی کے لیے لافانی پیغام تھا جو اُن کی اجتماعی اور انفرادی صلاحیتوں کو بیدار کرتے ہوئے انھیں جہدِ مسلسل کی طرف راغب کرے، جہاں کہیں جز وقتی، علاقائی اور مقامی رنگ دکھائی دیا اقبال نے اُس کلام کو منسوخ کر دیا۔ کلیات اقبال کی اشاعت سے اس لیے بھی وہ ناخوش تھے کہ انھیں خدشہ تھا کہ اس کلیات میں وہ کلام بھی شامل ہو جائے گا جس کو انھوں نے محذوف کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اُن کا خیال تھا کہ وہ ہندوستانی کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت اس کتاب کی اشاعت کو آسانی سے رکوا دیں گے لیکن معلوم یہ ہوا کہ برطانوی ہند کے قانون کے مطابق اس ایکٹ کا نفاذ ریاستوں پر نہیں ہوتا۔ دوسری طرف مولوی سیّد ممتاز علی کے ادارے "دارالاشاعت پنجاب" نے جن کو علامہ اقبال نے بانگ درا کا پورا دو ہزار کا اڈیشن فروخت کرنے کے لیے دیا تھا یہ زور دینا شروع کر دیا کہ کلیاتِ اقبال کی اشاعت سے بانگِ درا کی فروخت کی رفتار سست پڑ جائے گی۔

اقبال نے اپنے دوست سر اکبر حیدری کی طرف رجوع کیا۔ سر اکبر حیدری نے فوراً اس معالے کی تحقیق کے لیے ایک تو مولوی عبدالرزاق کو لکھا کہ وہ علامہ اقبال کی نظمیں بغیر اجازت چھاپنے کے الزام کی حقیقت بیان کریں اور دوسری جانب ہوم سیکرٹری کو کہا کہ وہ یہاں سے فروخت ہونے والے کلیات کے سلسلہ میں علامہ اقبال کے حقوق کے تحفظ کی کوئی راہ تجویز فرمائیں۔ علامہ اقبال نے سر اکبر حیدری سے خط کتابت کے ذریعے یہ طے کروالیا کہ کلیات کی اشاعت صرف حیدر آباد (دکن) تک ہی محدود رہے گی۔ سر اکبر حیدری نے اپنے دوست کی خاطر ثالث کا کردار ادا کیا اور معاملے کے حل کے لیے یہ تجویز پیش کی کہ علامہ اقبال، مولوی عبدالرزاق سے مبلغ ایک ہزار روپے رائلٹی وصول کرکے ان کی معذرت قبول کر لیں اور اُن کو صرف حیدر آباد (دکن) کی حدود میں کلیات فروخت کرنے کی اجازت

دیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ برطانوی ہند کی کاپی رائٹ کا قانون حیدر آباد (دکن) پر لاگو نہ تھا۔ سر اکبر حیدری کی کوششوں سے مولوی عبدالرزاق نے یہ تجویز منظور کرلی۔ فریقین کے درمیان خطوط کا تبادلہ ۱۹۲۵ء سے ۱۹۲۷ء تک جاری رہا۔

خط کتابت کے بعد ساری کش مکش ختم ہوگئی اور سر اکبر حیدری کی فہمائش پر مولوی عبدالرزاق نے اپنا پہلا اڈیشن صرف حیدر آباد تک ہی محدود رکھا۔ دوسرے اڈیشن کی نوبت اس لیے نہیں آئی کہ اقبال نے اپنے کلام میں بہت سی ترامیم کرلی تھیں۔ دوسری اہم بات یہ تھی کہ مولوی عبدالرزاق کی یہ کاوش کسی مالی منفعت کی بنا پر نہیں تھی بلکہ اقبال اور کلامِ اقبال سے گہری محبت کی وجہ سے تھی۔ انھوں نے اس کلیات کی ترتیب پر بے حد محنت کی اور اس کی طباعت اور اشاعت پر ایک کثیر رقم بھی خرچ کی۔ فریقین کے درمیان خط کتابت سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مولوی عبدالرزاق نے کلیات کی اشاعت کے وقت اجازت نہیں لی تھی۔ مولوی عبدالرزاق کا بیان ہے کہ:

۱) کلیات اقبال میں نے علامہ اقبال کی تحریری اجازت کے بعد شایع کی تھی۔

۲) میں نے ایک ہزار روپے علامہ اقبال کو بطور رائلٹی دیے تھے۔ خلیفہ عبدالحکیم کے ذریعے رقم کی ادائیگی کی گئی تھی۔ خلیفہ علی گڑھ میں میرے ہم جماعت تھے اور ہم کمرہ تھے اور حیدر آباد میں میرے مخلص دوستوں میں سے تھے۔

۳) میں نے پانچ سو جلدیں چھپوائی تھیں مگر مالک مطبع نے بددیانتی سے ایک ہزار جلدیں الگ طبع کرلی تھیں جس کا مجھے بروقت علم نہ ہوسکا۔

۴) کوئی دو سو جلدیں مفت تقسیم کی گئیں باقی تین سو پبلشر کو دے دی گئی تھیں جو وہ فروخت کرتا رہا۔

۵) علامہ کی خواہش کے احترام میں بیرون ریاست فروخت نہ کرنے پر میں رضامند ہوگیا تھا۔[۱۰]

مولوی عبدالرزاق کے بیان کے بعد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مولوی عبدالرزاق نے کلیات اقبال کی طباعت تو علامہ اقبال کی اجازت کے بغیر ہی کرائی تھی مگر جب یہ معاملہ علامہ کے علم میں آیا تو انھوں نے ایک ہزار روپیہ لے کر عبدالرزاق کو باقاعدہ اجازت دے دی کہ وہ یہ کلیات فروخت کریں مگر یہ اجازت مشروط تھی کہ کلیات کی فروخت محض حیدر آباد دکن تک ہی محدود ہو جائے۔ اگرچہ یہ کلیات حیدر آباد دکن تک ہی محدود رہا۔ لیکن اس کلیات کا دیباچہ نہایت مفصل اور وقیع ہے۔ دیباچہ پڑھنے کے بعد یہ احساس ہوتا ہے کہ مولوی عبدالرزاق کا شعری ذوق نہایت پختہ اور اعلیٰ تھا۔

علامہ اقبال کی شاعرانہ خصوصیات کے تحت مولوی عبدالرزاق نے نہایت بصیرت افروز بحث کی ہے۔ اس ضمن میں وہ دیباچے میں لکھتے ہیں کہ:

اقبال کے کلام کا بغور مطالعہ کیجیے تو آپ محسوس کریں گے کہ ایک شعر کی دیبی نغمہ خواں ہے۔ میر کا سوز و گداز، غالب کی جدت و اجتہاد، مومن کی نازک خیالی، ذوق کی روانی اور صفائی، درد کی تاثیر و دل آویزی، شیکسپیئر کی فطرت نگاری، ملٹن کی پروازِ فکر، شیلی کی شیریں کلامی، ورڈز ورتھ کی نیچر پسندی، ٹینسن کی فصاحت، کولرج کی موسیقی، کوپر کی تخیل اور گوئٹے کی حکمت شعاری یہ سب اُن کے کلام میں جمع ہیں۔ یہ اُن کے کمالِ فن کی دلیل ہے کہ وہ باہمہ اور بے ہمہ ہیں یعنی وہ کسی کی تقلید نہیں کرتے تاہم دوسرے اساتذہِ فن کے رنگ میں شعر کہنے پر ایسی ہی قدرت رکھتے ہیں جیسی اپنے طرزِ کلام پر۔[11]

مولوی عبد الرزاق نے کلامِ اقبال پر جو رائے دی ہے اگرچہ وہ تاثراتی ہے مگر مشرق و مغرب کی شاعری پر اُن کی وسعتِ نظر کا ثبوت دیتی ہے۔ مرتب نے بڑی تحقیق و جستجو کے بعد ملک کے کونے کونے سے اخبارات و رسائل سے اقبال کے کلام کو جمع کیا، اُس کے ساتھ ساتھ جہاں کہیں اقبال کے کلام پر کسی نے رائے دی یا کسی اخبار یا رسالے میں کلامِ اقبال، فن، شخصیت یا کسی دیگر پہلو پر کوئی مضمون شایع ہوا اُسے مرتب نے بڑی محنت سے محفوظ کر کے اسے کلیات کے دیباچے میں شامل کیا ہے۔ اس دیباچے میں اقبال کی زندگی اور شاعری سے متعلق چند ایسے مآخذات کی نشان دہی کی ہے جو انھی کی کوششوں اور توجہ سے اوّل اوّل سامنے آئے اور بعد میں اقبال شناسی کی جو سربلند عمارت کھڑی ہوئی اس کی بنیاد کا درجہ رکھتے ہیں۔ مثلاً دیباچے میں شامل سر ذوالفقار علی خان کے حسبِ ذیل تاثرات جو اس کلیات کے علاوہ کہیں اور نہیں ملتے: اگر ایران تختِ طاؤس پر نازاں ہے اور اگر تاجِ برطانیہ اپنے کوہِ نور پر فخر کرتا ہے تو بے شبہ اقبال بھی ہر ملک کے دربارِ علم کا درخشاں گوہر ہے۔ ان کا کلام مستقبل کے لیے ایک اُمید ہے۔ خصوصاً زوال یافتہ اور درماندہ قوموں کے دوبارہ زندہ کرنے کے لیے وہ بہ منزل سنگِ بنیاد ہے۔ پژمردہ اقوام کے لیے اُن کے پاس اکسیر ہے اور جارحانہ شہنشاہی کے لیے ایک تنبیہ۔ اُن کی نظموں نے اہلِ ہند کے دلوں کو تڑپا دیا ہے جب ساری کی ساری قوم گہری نیند سو رہی تھی اور اخلاقی ترقی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ نوجوانانِ وطن نے یہ محسوس کر لیا کہ پست ہمتی عظمت کے منافی ہے چنانچہ انھوں نے شاعر کی طرح اس بات کا ارادہ کر لیا کہ بجائے زمانے کا ساتھ دینے کے خود زمانے کو اپنے ساتھ لے لینا چاہیے۔[12]

علمی، ادبی اور عوامی حلقوں میں اس کلیات کو بے حد پسند کیا گیا اگرچہ ریاست حیدر آباد دکن سے باہر اس کلیات کی فروخت پر پابندی تھی لیکن اس کے باوجود مولوی عبد الرزاق نے بطور تحفہ کلیات کے نسخے ہندوستان اور ہندوستان سے باہر اربابِ ذوق کو بھجوائے۔ اکثر احباب نے کلیات کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار بھی کیا۔ پروفیسر نکلسن نے کیمبرج سے لکھا:

آپ کے انتخابات اقبال کی ہمہ گیر تنقیدِ زندگی کی ایک عمدہ تصویر پیش کرتے ہیں اور ان کی ترتیب میں

آپ کے ذوقِ سلیم کا پتہ چلتا ہے۔[13]

بابائے اُردو مولوی عبد الحق نے کلیات کے مطالعے کے بعد اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

قابل مرتب نے اپنے دیباچے میں اقبال کی شاعری پر بہت طولانی بحث کی ہے اور بعض جگہ مبالغے سے کام لیا ہے مگر کوئی خاص بات پیدا نہیں کی تاہم اس میں بہت سی معلومات اور حالات جمع کر دیے ہیں جن کا علم عام طور پر نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں کہ انھوں نے بہت محنت کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انھیں ابتداء سے اقبال کے کلام سے عشق تھا اور ان کی نظموں کو سینت سینت کر رکھا تھا اور اس شوق کا نتیجہ ہے کہ یہ مجموعہ مرتب ہوا۔[14]

کلیات اقبال پر سردار امراؤ سنگھ جو علامہ اقبال کے بڑے مداح تھے، اقبال سے اُن کے دیرینہ اور دوستانہ مراسم تھے۔ اُن کے ایک مضمون کا اقتباس مولوی عبد الرزاق نے دیباچے میں شامل کیا ہے، لکھتے ہیں:

اقبال کا کلام بھگوات گیتا سے کم نہیں جس کا لب لباب یہ ہے کہ جماعتِ انسانی کی بقا اور ترقی کے لیے اُس مذہبی فلسفے سے کام لینا چاہیے جس سے علیحدہ ہو کر اور جس کو نظر انداز کر کے سوسائٹی یکسر برباد و تباہ ہو جاتی ہے اور اسی میں برہمنوں کی اصلاح کا راز مضمر مانا گیا تھا۔ شاعر کی دور بین نظروں نے پہلے ہی سے اس ابتری اور زوال کو دیکھ لیا تھا جو یورپ کی مادہ پرستی، دنیا کے لیے پیدا کرنے والی تھی، جس کو شروع شروع میں ترقی و تمدن کا نقیب سمجھا گیا تھا۔[15]

علامہ اقبال ۱۹۲۹ء میں خطباتِ مدارس کے سلسلے میں حیدر آباد دکن گئے تو مولوی عبد الرزاق نے اُن سے ملاقات کی۔ اس ملاقات میں علامہ اقبال اور مولوی عبد الرزاق کے مابین بات چیت ہوئی۔ علامہ اقبال نے کہا:

آپ نے جو میری نظموں کا دیباچہ لکھا ہے آپ کے کلچر اور نصب العین کا پتہ دیتا ہے۔ میں اس کے لیے کماحقہ شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہوں۔[16]

اس کے جواب میں مولوی عبد الرزاق نے کہا:

آپ نے کلیات اقبال کی اشاعت کی جو اجازت عطا کی اس کے لیے میں سراپا سپاس ہوں اور حقیقت یہ ہے کہ کلیات شُعرائے دکن کے حق میں اکسیر ثابت ہوئی ہے اور انھوں نے اس سے کماحقہ استفادہ کیا ہے۔ اس کے مطالعے سے شعرائے دکن کی کایا پلٹ گئی ہے اور شاعری کی پگڈنڈی ہی بدل گئی ہے۔[17]

مولوی عبد الرزاق نے ۱۹۲۳ء میں کلیات اقبال کا دیباچہ تحریر کیا تھا۔ اُس وقت علامہ اقبال کے فکر و فن پر بہت کم تصانیف منظر عام پر آئی تھیں۔ اس لیے یہ کلیات علامہ اقبال کے فکری اور فنی ارتقاء کو سمجھنے میں ہماری معاونت کرتا ہے۔ اس کلیات کی بدولت ہم اقبال کے ابتدائی کلام کی اصل شکل سے متعارف ہوئے ہیں۔

اس کلیات میں شامل اصناف اور اشعار کے اعداد و شمار اس طرح ہیں:

اصناف	تعداد	کل اشعار تقریباً
نظمیں	۹۹	۲۱۴۸
غزلیات	۲۶	۳۰۵
متفرقات	۸	۱۹
قطعات	۳۶	۱۰۹
		۲۵۸۱

❁...❁...❁

حوالہ جات و حواشی

[۱] تفصیل کے لیے خالد ندیم، (مرتب) ارمغان رفیع الدین ہاشمی، صفحہ ۹۳تا۴۷ ملاحظہ کیجیے۔
[۲] عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، ص۲۱۔
[۳] ایضاً، صفحہ ۲۳۔
[۴] ایضاً، صفحہ ۷، ۳۸۶۔
[۵] عبداللہ قریشی، محمد (مرتب)، اقبال بنام شاد، ص۳۸۔
[۶] عبدالسلام خورشید، ڈاکٹر، سر گزشت اقبال، ص۱۸۲۔
[۷] عبدالرؤف عروج، رجال اقبال، ص۲۴۰۔
[۸] گیان چند جین، ڈاکٹر، ابتدائی کلام اقبال، ص۲۔
[۹] عبدالواحد معینی، سیّد، (مرتب) باقیاتِ اقبال، ص۷۔
[۱۰] عبداللہ قریشی، محمد، (مرتب) اقبال بنام شاد، ص۳۹۳۔
[۱۱] عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیاتِ اقبال، ص۸۹۔
[۱۲] ایضاً، صفحہ ۶۴۔
[۱۳] عبدالواحد معینی، سیّد، نقشِ اقبال، ص۸۷۔
[۱۴] ممتاز حسن، ڈاکٹر، (مرتب) اقبال اور عبدالحق، ص۱۰۰۔
[۱۵] عبدالرزاق، مولوی، (مرتب) کلیات اقبال، ص۲۷۔
[۱۶] عبدالواحد معینی، سیّد، نقشِ اقبال، ص۸۳۔
[۱۷] ایضاً۔

❁...❁...❁